مارٹم۔ اور یزید کے گھر میں ہونے والے حسن و سلوک کی مفصل کہانی۔

رہ گیا آخری باب تو فاضل مؤلف نے اس کا سرنامہ قرآن کی ایک آیت کے ٹکڑے کو بنایا جس کا مفہوم ہے

"اللہ تعالیٰ کا ایک حکم تھا اور تقدیر کا فیصلہ جو پورا ہو کر رہا"

گویا۔۔۔۔۔۔۔ ایک نوشتہ تقدیر تھا جو پورا ہوا۔۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اس کا راز کیا تھا اور حکمت کیا؟ اس پر فاضل مؤلف نے عالمانہ انداز سے روشنی ڈالی پھر بعض قابل احترام اہل علم بالخصوص حضرت الشیخ ابن تیمیہ کے حوالہ سے سیدنا حسین کے اقدام پر گفتگو کی ہے ساتھ ہی حکمرانوں کے خلاف خروج کے مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس کی حدود کا تعین کرنے کی سعی کی ہے۔۔۔۔۔۔۔ وہ "ظلم کی ذمہ داری کس پر؟" کا عنوان قائم کر کے یزید و ابن زیاد کی حیثیت کا تعین کرنے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں اور یہ بھی بتلاتے ہیں کہ امیر یزید نے ابن زیاد کو سزا نہیں دی تو کیوں۔۔۔۔۔۔۔؟ اغلباً اس کے سامنے ایسی ہی مجبوریاں تھی جیسی سیدنا عثمان کے قصاص کے معاملہ میں سیدنا علی کے سامنے۔۔۔۔۔۔۔ کہ آخر تاریخ اپنے آپکو ایک مرتبہ نہیں بار بار دہراتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہ بھی بحث سامنے آتی ہے کہ جب حضرت حسین اپنی شرائط میں امیر یزید کے پاس جا کر بیعت تک کرنے کا عندیہ ظاہر کرتے ہیں تو اس کے باوجود ابن زیاد اس پر کیوں مصر ہے کہ نیابتاً پہلے میری بیعت کی جائے؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بہر حال اس بات کو ابن زیاد کی بے توفیقی ہی قرار دیتے ہیں کہ اس نے امیر یزید کے پاس حضرت حسین کے تشریف لے جانے کی شرط کو جو اُن کی انتہائی جذباتی قربانی تھی، قبول نہ کر کے اور ایک طرح کی ضد کر کے

"ایک ایسے واقعہ کی ذمہ داری سر لے لی جس نے ایک بار پھر خونیں فتنوں کا دروازہ ہی نہ کھولا بلکہ اعتقادی فتنوں کی رگوں میں نیا خون بھی دوڑا دیا"

اور ظاہر ہے کہ یہ بڑا ہی نقصان ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ بہرحال سیدنا حسین کی شہادت کے ایک تاریخی واقعہ کو مولانا رشید احمد گنگوہی کے بقول یاروں نے عقیدہ کا مسئلہ بنا کر جو اودھم مچا رکھا ہے اور ہر سال محرم آتے ہی جو حالت ہوجاتی ہے اور جس طرح پورے ماحول پر سوگ کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور حکمرانوں سے علماء تک اور صوفیا سے عوام تک کی اکثریت جس طرح رافضی یا نیم رافضی کا روپ دھار لیتی ہے، اس زہر کے تریاق کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب کافی و شافی ہوگی۔۔۔۔۔۔۔ جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ صحابہ کرام کے پاکباز گروہ کے ایک ایک فرد کے اس مقام کا احترام ملحوظ رکھا گیا ہے جس کا ملحوظ رکھنا قرآن پاک اور ارشادات رسالت مآب کی روشنی میں لازم و ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریخی روایتوں کے تضادات، مورخین کی بوالعجبیوں، اور افسانوی حکایتوں کا ایسا پوسٹ مارٹم ہے کہ دودھ اور پانی ہر ایک نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

مولانا عتیق نے اس نازک موضوع کو چھیڑ کر اس دنیا میں ہی "پل صراط" پر چلنے کا خطرہ مول لیا لیکن ہم، اللہ علیم و خبیر کو گواہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ راستہ کامیابی سے طے کیا۔ ہر ایک جس احترام کا مستحق تھا وہ اسے پوری طرح دے کر صدق و راستی کا چہرہ روشن کیا وہ چہرہ جس پر صدیوں سے یہود و مجوس کے زلہ رباؤں نے گرد کی تہیں جمادی تھیں۔۔۔۔۔۔۔ رب العزت انہیں اس نیکی کا بڑا اجر دے اور جو لوگ فتنہ مجوس و یہود کا شکار ہیں، رب العزت انہیں ہدایت سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کا اخروی انجام صحابہ علیہم الرضوان کے غلاموں میں ہو۔ ہماری خواہش ہے کہ اخلاقی تقاضے پورے کر کے اس کتاب کو پاکستان میں بکثرت شائع کر کے اس طرح پھیلایا جائے کہ ہر پڑھا لکھا اس کو خود پڑھ لے اور کم از کم دس اَن پڑھوں کو پڑھ کر سنا دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آمین۔

قومی ترانے

بلاشبہ پاکستان مسلمانوں کے لئے قدرت کا گراں قدر عطیہ ہے، اور مادرِ وطن کی ترقی و خوشحالی میں ہی ہماری بقا کا راز مضمر ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کی قومی سیاسی قیادت نے اس "کشورِ حسین" کو جس طرح تاخت و تاراج کیا وہ بھی تاریخ کا ایک المیہ ہے۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اپنے اللوں تللوں سے "قوتِ اخوتِ عوام" کو انتہائی بے دردی سے مجروح کیا۔ ذیل میں پیش کئے جانے والے ترانے دراصل اسی المیے کا نوحہ ہیں۔ (ادارہ)

"پاک سرزمین شاد باد"

بج رہی ہے بین، شاد باد، میرے لال دین شاد باد
تیرا پان کتنا پُر بہار جانِ لالہ زار
تحفۂ حسین شاد باد
کتھا چونا چھالیہ قوام انسداد نزلہ و زکام
رنگ و بو کی مملکت جان من تابندہ باد
تیرا کیف حاصلِ مراد
حاملِ روایت قدیم مظہرِ عنایت عمیم
رہبرِ صراطِ مستقیم رحمتِ کریم
ارمغانِ جنتِ نعیم

مجید لاہوری مرحوم